مشرقی پاکستان کے صوفیائے کرام

عہدِ اوّل کے بزرگانِ دین

وفا راشدی ایم اے

تحقیق و تفتیش سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ صوفیائے کرام، اولیائے عظام اور مشائخ دین عرب اور دیگر ممالک سے چاٹگام کے راستے سرزمین بنگال میں تشریف لائے اور انہوں نے تبلیغِ دین و اشاعتِ اسلام کے لئے زندگی وقف کر دی اس نیک و عظیم مقصد کے لئے وہ کبھی چین سے نہ بیٹھے بلکہ بنگال کے مختلف علاقوں گاؤں گاؤں، قریہ قریہ اور قصبہ قصبہ کی سیر و سیاحت کی۔ جہاں جہاں بھی گئے توحید و تصوف کا چراغ جلاتے گئے، حقائق و معارف کے پھولوں سے روحوں کو معطر اور دلوں کو ایمان کی خوشبوؤں سے معمور کرتے گئے۔ ان کا مقصدِ حیات، عبادتِ الٰہی، اتباعِ رسولؐ، اور مطمع نظر خدمتِ خلق اور ترویج انسانیت تھا۔ انہوں نے اپنے مشن کو آگے بڑھانے اور دین الٰہی کو فروغ دینے کی غرض سے کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلایا بلکہ اپنی محنت و تجارت کو ذریعۂ معاش بنایا۔

اکثر بزرگانِ دین نے چاٹگام میں قیام فرمایا۔ جن حضرات نے چاٹگام کی سرزمین کو مستقل سکونت تجارت اور تعلیمات کے لئے منتخب فرمایا، ان میں بارہ اولیائے کرام زیادہ نامور ہیں۔

غالباً انہیں پرستارانِ توحید کی جلائی ہوئی شمع کی روشنی میں چاٹگام کو "بارہ اولیاء کی سرزمین" بھی کہتے ہیں۔ ان بارہ اولیائے کرام میں حضرت سلطان بایزید بسطامی چاٹگامی کا رتبہ بہت بلند ہے۔ یہ بارہ اولیاء ایک ساتھ بنگال نہیں آئے تھے بلکہ دو دو تین تین کی ایک ایک جماعت آتی رہی اور چراغِ توحید روشن کرتی رہی۔

نزول اوّل جو بندگانِ خدا چاٹگام کی سرسبز و شاداب پہاڑیوں میں سکونت پذیر ہوئے ان میں حضرت شاہ بدرالدین عالم زاہدی، حضرت قتل پیر اور حضرت شاہ محسن عالیہؒ تھے۔

قارئین کرام حضرت شاہ بدرالدین عالم زاہدی کا تذکرہ "الرحیم" کے شمارے ستمبر ۱۹۶۷ء میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ آج کی نشست میں حضرت بایزید بسطامیؒ، قتل پیرؒ اور حضرت محسن عالیہ کے علاوہ اور چند بزرگوں کے حالات نذرِ ناظرین کئے جائیں گے۔

حضرت سلطان بایزید بسطامیؒ

مشرقی پاکستان کے صوفیائے کرام میں حضرت سلطان بایزید بسطامیؒ کا نام نامی و اسم گرامی کافی معروف ہے۔ آپ چاٹگام کے ممتاز صوفی ہی نہ تھے بلکہ آپ کا شمار برصغیر پاک و ہند کے ممتاز بزرگانِ دین، عارفانِ کامل اور مرشدانِ عامل میں ہوتا ہے۔ آپ نے اشاعتِ اسلام کے سلسلے میں چاٹگام اور نواحِ چاٹگام کے علاوہ بنگال کے مختلف اضلاع کی سیر و سیاحت کی۔ جہاں جہاں بھی گئے کفر و الحاد کی ظلمتوں میں مشعلِ توحید روشن کی۔ آپ کے دم سے علم و عرفان کی فضا پیدا ہوئی، کتنے ہی بت پرست اور آتش پرست آپ کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آج بنگال کے گوشے گوشے میں ضیائے حق اور انوارِ محمدی کی جو روشنی نظر آتی ہے وہ حضرت سلطان بایزید بسطامیؒ جیسے پروانۂ توحید کا کرشمہ ہے۔

آپ کا پورا نام سلطان عارفین برہان المتشفین تھا۔ آپ حضرت علامہ الٰہی بایزید بسطامی کے خلیفہ تھے۔ آپ شاہی خاندان کے چشم و چراغ تھے جب دنیاوی جاہ و حشمت سے جی چھوٹا تو تخت و تاج سے منہ موڑا اور خوشنودیٔ الٰہی کی خاطر لبادۂ فقر اوڑھا۔

آپ کے متعلق عوام تو عوام مؤرخوں میں بھی بعض غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ بعض نے

آپ کو بوگرہ کے حضرت شاہ بلخی سے تعبیر کیا ہے اور بعض آپ کو بایزید بسطامی نام دوسرے صوفی سے منسوب کرتے ہیں جو کبھی بنگال نہیں آئے تھے۔

"مشرقی بنگال کی کہانیاں" (بنگلا نسخہ) کے مصنف رقمطراز ہیں کہ شاہ بلخی اور سلطان بایزید بسطامی دو نام کے ایک ہی بزرگ تھے، انہوں نے پہلے بوگرا میں قیام کیا اور میں چاٹگام کو مسکن بنایا۔ مذکورہ کتاب میں ایک شعر درج ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

نصیر آباد میں سلطان نامی جو درویش آسودہ ہیں وہ دیس
دیس سے ہو کر آئے ہیں، مرد مومن اور سچے مسلمان ہیں۔

لیکن تحقیق و تفتیش سے پتہ چلتا ہے کہ مہستان بوگرا کے سادھو حضرت شاہ بلخی کا نصیر آباد کے صوفی حضرت سلطان بایزید بسطامی سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ دونوں بزرگ دو مختلف مقامات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اول الذکر بوگرہ میں مدفون ہیں اور آخر الذکر بسطام میں آسودہ ہیں۔ مستند تذکروں میں حضرت سلطان بایزید بسطامی طیفور بن عیسیٰ بن آدم بن سروشان نام کے ایک اور بزرگ کے حالات ملتے ہیں لیکن بنگال سے ان کا کو تعلق نہیں رہا۔

حضرت سلطان بایزید بسطامی کو حضرت ابو علیؒ سے شرف تلمذ تھا جو سیند صوبہ کے رہنے والے تھے، آپ نے انہیں کے زیر عاطفت تصوف و عرفان کا درس لیا اور علوم باطنی سے فیض یاب ہوئے جب اسرار و رموز سے واقف اور امور دینی سے آشنا ہوگئے تو آپ کے استاد معظم حضرت ابو علیؒ نے ہدایت فرمائی:

"بنگال جا کر خدمت خلق اور عبادت خالق میں اپنی زندگی گزار دو۔"

آپ نے اپنے پیر و مرشد کے حکم کی تعمیل اور مشیت ایزدی کی تکمیل کی غرض سے قصد بنگالا فرمایا۔ آپ بنگال میں [redacted] تشریف لائے جب وہاں کفر و شرک کا دور دورہ تھا۔

بنگال میں ورود مسعود سے متعلق مختلف کہانیاں ہیں لیکن تحقیق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہے کہ آپ نویں صدی عیسوی کے آخیر میں چاٹگام کے ایک قصبہ نصیر آباد میں تشریف

لائے، نصیرآباد کی ایک پہاڑی پر قیام فرمایا اور یہیں آپ کی خانقاہ تھی۔ یہ مقام شہر چاٹگام سے پانچ میل دور شمالی جانب واقع ہے۔ گھنے جنگلوں اور وحشتناک فضاؤں میں گھرا تھا۔ یہاں وحشی جانوروں اور خطرناک درندوں کا بسیرا تھا۔ خبیثوں اور جنوں کا مسکن تھا لیکن قوتِ ایمان رکھنے والے مؤمن ہر خطرناک قوت کا مقابلہ کر سکتے ہیں، چنانچہ بلاخوف و خطر آپ اسی ویران و سنسان پہاڑی پر ریاضت و عبادت میں مصروف رہتے۔ رات کے وقت ایک دیپ (مٹی کا چراغ) جلا لیتے۔ چراغ ٹمٹماتا رہتا اور آپ یادِ الٰہی میں مست رہتے۔ کیا آندھی کیا طوفان، ہر حال اور ہر موسم میں یہ چراغ جلتا رہتا۔ یہ چراغ آج تک نصیرآباد کی پہاڑی پر آپ کے حجرے میں آپ کی مستقل مزاجی، عزمِ راسخ اور خدا پرستی کی نشان دہی کرتا ہے۔ یہ وہ چراغ ہے جس سے دین و ایمان کے کتنے ہی چراغ جلتے رہے اور کفر و شرک کی تاریکی دور ہوتی رہی۔ قلوبِ انسانی انوارِ محمدیؐ اور تجلیاتِ خداوندی سے منور ہو گئے۔ بزرگانِ دین کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے ہمیشہ بُت کدوں میں اسلام کا جھنڈا لہرایا اور توحید و رسالت کا چراغ جلایا ؎

جلانے والے جلاتے ہی ہیں چراغ آخر
یہ کیا کہا کہ ہَوا تیز ہے زمانے کی

حضرت بایزید بسطامی کو شروع سے علمِ باطنی اور فنِ تصوّف سے شغف تھا۔ آپ نے ہمیشہ خدمتِ خلق پر زور دیا اور تعلیماتِ دینوی کو عام کیا۔ تصوف کے متعلق آپ کی رائے گرامی ہے:

"تصوّف ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی ساحل نظر نہیں آتا۔"

مطلب یہ ہے کہ جب تک انسان خودی میں ڈوب نہ جائے خدا تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ بقولِ اقبال ؎

اپنی خودی میں ڈوب کر، پا جا سراغِ زندگی

آپ بڑے صاف دل اور صاحب گو بزرگ تھے۔ اپنے عقیدتمندوں اور مریدوں کو ہدایت فرماتے:

"سچائی کو اپنا شعار بناؤ۔ سچائی کے راستے میں اگر
ضرورت ہو تو جان کی بازی سے بھی دریغ نہ کرو۔"

نصیر آباد کی جس پہاڑی پر حضرت سلطان بایزید بسطامی کا آستانہ تھا اس ۔ دامن میں ایک تالاب ہے وضو کے لئے اس میں سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں، اس تالاب میں بڑی بڑی مچھلیاں اچھلتی کودتی اور بڑے بڑے کچھوے چلتے پھرتے اٹکھیلیاں کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کچھوؤں کو مقامی زبان میں "مجاری ومجاری" یعنی مجاور کہتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ کچھوے حضرت بایزید بسطامی کے مزار کے مستقل پاسبان ونگہبان ہیں۔ ان کچھوؤں کے بارے میں عجیب عجیب قصے کہانیاں مشہور ہیں۔

ایک روایت (جو غیر مستند ہے) یہ ہے کہ یہ کچھوے دراصل جن تھے۔ حضرت بایزید بسطامی کو عبادت کے وقت ستایا کرتے تھے۔ ایک بار آپ اللہ سے دست بہ دُعا ہوئے :

"بارالہا : یہ جن تیری عبادت کے دوران مخل ہوتے ہیں ان سے نجات دلا۔"
چنانچہ اللہ کے حکم سے یہ جن کچھوے بن گئے، حقیقت کیا ہے، اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ واللہ اعلم بالصواب

ما قبل سے فیض یاب تالاب کا ذکر کیا گیا ہے اس سے متصل ایک مسجد ہے، کہتے ہیں کہ یہ اور جس کے استاد معظم حضرت ابو علی کی نگرانی کے لئے ایک کمیٹی قائم ہے۔
مسجد دور مغلیہ کی یادگار ہے اس عہد ...
پہاڑی پر جو مزار نظر آتا ہے، وہ حضرت سلطان بایزید بسطامی کا بتایا جاتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مزار نہیں بلکہ اس جگہ کو مزار کی سی شکل دے دی گئی ہے اصل میں آپ یہاں چلہ کیا کرتے تھے۔

آپ کا سن ولادت ۱۲۸ھ اور سن وفات ۲۶۱ھ ہے۔ آپ کی وفات کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں، کسی نے سن وفات ۲۳۴ھ مطابق ۱۵ شعبان لکھا ہے، کسی نے ۲۴۸ھ تحریر کیا ہے لیکن ۲۶۱ھ کے بارے میں اکثر سوانح نگاروں میں اتفاق پایا جاتا ہے۔

تواریخ و تذکروں سے حضرت بایزید بسطامی بنگال میں آمد و سکونت ثابت ہے، یہ وہی بزرگ ہیں جو ایران سے آئے تھے اور آپ کا وصال بھی ایران ہی میں ہوا۔ بعض تذکرہ نگاروں نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ آپ کی وفات بنگال میں ہوئی لیکن اس بات کی تاریخی شہادت نہیں ملتی۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کی زیارت گاہ وقف اسٹیٹ کے ماتحت ہے مذکورہ بالا مسجد اور تالاب کے سارے انتظامات اسی ادارے کے سپرد ہیں۔ زائرین صرف بنگال ہی نہیں بلکہ پاک و ہند کے گوشے گوشے سے آتے اور آپ کی زیارتِ مقدس سے روحانی مسرتوں سے ہمکنار ہوتے ہیں۔

حضرت قتل پیرؒ

حضرت قتل پیرؒ کا اصل نام معلوم نہ ہو سکا۔ آپ اسی نام سے معروف ہیں۔ آپ کے نام کی تاویل بھی عجیب بتائی جاتی ہے، کہتے ہیں کہ موصوف قتل[1] نامی مچھلی کی پیٹھ پر بیٹھ کر چاٹگام پہنچے تھے، لیکن راقم کے خیال میں یہ ایک غیر مستند روایت ہے اور درایت کی رو سے اس کی کوئی شہادت نہیں ملتی۔ یہ واقعہ کچھ عقلِ سلیم کے خلاف بھی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ حضرت شاہ بدر عالم زاہدیؒ کے ہمراہ بنگال آئے اور چاٹگام کی اس پہاڑی پر اقامت پذیر ہوئے جہاں حضرت بدر کو مگ قبیلہ کے وحشی و ناشائستہ افراد سے نبرد آزما ہونا پڑا تھا۔ اور معرکۂ خیر و شر میں حضرت قتل پیر بھی حضرت شاہ بدر کے برابر شریک تھے حضرت قتل پیر نہایت نڈر، بہادر، جنگجو اور سراپا اخلاص و ایثار تھے۔ انہوں نے بے شمار مگ لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور اس طرح "قتل پیر" کے نام سے مشہور ہوئے۔ چاٹگام میونسپلٹی کے شمالی جانب آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔

حضرت شاہ محسن عالیہ

حضرت شاہ محسن عالیہ کا مزار پُرانوار پہلے تھانہ جھیاری نام کے دیہات میں تھا بعد میں آپ کی لاش کو

---

[1] یہ ایک قسم کی مچھلی ہے، جسے بنگال میں "قتلا مچھلی" کہتے ہیں۔

وہاں سے نکال کر ایک دوسرے گاؤں بٹ تالا میں دفن کیا گیا۔

یہ واقعہ بنگال میں سینہ بسینہ چلا آتا ہے کہ حضرت پیر بدر شاہؒ، حضرت قتل پیر اور حضرت شاہ محسن عالیہ پہلے پہل پانی پت سے ہوتے ہوئے گوڑ میں پہنچے۔ گوڑ میں آپ زیادہ عرصہ نہ رہے بلکہ وہاں سے ڈھاکا آئے۔ ڈھاکے میں کچھ عرصہ قیام کے بعد ندی کے راستے چاٹگام پہنچے۔

حضرت شاہ محسن عالیہ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ مزمل بی بی کے نام سے آپ کی رفیقۂ زندگی کا سراغ ملتا ہے۔ آپ کے ایک برادر زادہ کا نام شاہ سکندر تھا۔ آپ نے ان کی شادی ایک لڑکی سے کرادی تھی، لیکن یہ جوڑا تھوڑے ہی دنوں میں لاپتہ ہو گیا جب ان کا کوئی سراغ نہ ملا تو حضرت شاہ محسن عالیہ اپنے بھتیجے اور دلہن کی تلاش میں کشاں کشاں پہلے پانی پت پھر بنگال پہنچے۔ خدا کا کرنا کہ بنگال میں آپ کے کھوئے ہوئے عزیز مل گئے۔ ان لوگوں نے آپ کی خدمت میں گزارش کی کہ وطن واپس چلیں لیکن آپ رضامند نہ ہوئے، آپ نے فرمایا:

"اللہ کے لئے نکل آیا ہوں، اب یہی میرا وطن ہے، یہی میرا مسکن ہے"۔

پھر آپ آخری وقت تک وطن واپس نہیں گئے۔ سکندر شاہ اور ان کی شریک زندگی بھی وہیں رہ گئے اور اپنے بزرگ چچا کی خدمت میں زندگی صرف کردی۔ ان کی اولاد میں صرف شاہ قطب الدین کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت شاہ ملا مسکینؒ

مذکورہ بالا اولیائے کرام کے علاوہ حضرت شاہ ملا مسکینؒ نامی ایک اور درویش قابل ذکر ہیں۔ آپ کی سکونت و مدفن چاٹگام ہے۔ حضرت شاہ ملا مسکینؒ، حضرت پیر شاہ بدر عالم زاہدیؒ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہی گزرے ہیں۔ چاٹگام میونسپلٹی سے متصل چندی پور نامی ٹیلے پر آپ کا مزار مبارک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ آپ کے مزار مبارک کے آس پاس اور چند بزرگان دین کے مزارات ہیں، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں، حضرت شاہ نور، حضرت شاہ اشرف، حضرت شاہ کاکوئی، حضرت بندہ رضا۔ اور حضرت شاہ مبارک ملی۔

بزرگانِ دین کا فیض صرف چاٹگام نہیں بلکہ مشرقی پاکستان کے مختلف علاقوں میں بھی جاری و ساری رہا ہے۔ چاٹگام کے علاوہ ڈھاکا، سلہٹ، نواکھالی، سندیپ وغیرہ بھی توحید و تصوف، اسلامی تہذیب و تمدن کا گہوارہ اور علم و عرفان کے مرکز رہے ہیں۔

ذیل میں چند ایسے شیدائیانِ اسلام کا تذکرہ پیش کیا جاتا ہے جن کی خدمتِ دین کے پیشِ نظر ان کا ذکر ناگزیر ہے۔

حضرت شاہ حلیم الدین قریشی

انہیں بندگانِ خدا میں ایک بزرگ حضرت شاہ حلیم الدین قریشی تھے۔ آپ حضرت شاہ جلال کے مریدوں میں تھے۔ نارنول بھارت کے رہنے والے تھے۔ تلاشِ حق میں حضرت شاہ جلال کے ہمراہ سلہٹ تشریف لائے تھے۔ آپ کا مزارِ مبارک مولو ندی کے کنارے واقع تھا۔ لیکن طوفان اور بارش کی وجہ سے مولو ندی کا وہ ساحلی حصہ پانی کی نذر ہوگیا اور اسی طرح آپ کا مزار مبارک غرقِ آب ہوگیا۔

شاہ حلیم الدین قریشی کلہوڑہ ریلوے اسٹیشن سے کئی میل دور کھائی ندی کے کنارے اقامت پذیر تھے۔

حضرت محمد زکریا قریشی، حضرت داؤد بخش خطیب، حضرت شیخ علی یمنی بھی حضرت شاہ جلالؒ کے حلقہ بگوشوں میں تھے۔ حضرت زکریا کا مزار کیٹیا ندی کے جنوبی جانب ہے، یہ مزار 'عربی مزار' کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت شیخ علی یمنی کا مزار حضرت شاہ جلال کی درگاہ کے احاطہ میں مشرقی جنوبی حصہ میں واقع ہے۔

حضرت داؤد بخش داؤد نگر پرگنہ میں مکین تھے اور وہیں ان کا مدفن ہے، آپ نے کئی ایک ہندوؤں کو مشرف بہ اسلام کیا۔

حضرت جھنڈا جھکمک کا مزار سلہٹ کے قصبہ محلّہ رائے پور میں، حاجی غازی کا مزار قصبہ سلہٹ محلّہ عیدگاہ کے شمال میں ہیں۔

حضرت شیخ پیر علی کا مزار اشرف علی مرحوم دار کے مکان کے مغربی جانب ہے۔

حضرت شاہ فرید روشن چراغ کا مزار حضرت جلال کی مرقد کی طرف ڈیوڑھی کے مغربی راستے کی طرف واقع ہے۔

حضرت پیر برھان الدین کا نام نامی اسم گرامی اس اعتبار سے بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ آپ نے سب سے پہلے حضرت جلال کو سلہٹ آنے کی دعوت دی تھی؛ ان کی آخری آرامگاہ کوش کھائیڈ کے صاحب بازار میں واقع ہے۔

ان حضرات کے علاوہ سرزمین سلہٹ میں جو اللہ والے مدفون ہیں ان میں حضرت نوراللہ عرف شاہ نور کی ابدی آرامگاہ کائیاں پتی کے جنوبی گوشہ محلہ بدر قصبہ سلہٹ میں واقع ہے۔

ایک اور بزرگ ہیں جو پیر مانک یا مانک پیر کے نام سے مشہور ہیں۔ سلہٹ میں ایک علاقہ آپ کے نام سے منسوب ہے جو مانک پیر کا محلہ کہلاتا ہے۔

ان کے علاوہ جو بزرگانِ دین ناقابلِ فراموش ہیں ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ سید ابوبکر حاجی یوسف۔ حاجی دریا کا مزار حضرت جلال کی عبادت گاہ کے شمالی جانب اور حاجی یوسف کے مقبرے کے برابر واقع ہے۔ حاجی خلیل کا مزار حاجی دریا کے مزار کے مغربی جانب ہے۔

گوڑ کی تاریخ کی اوراق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ ساتویں صدی ہجری میں بارہ[12] صوفیائے کرام اور مشائخ اسلام دین کی اشاعت کے سلسلے میں پاک بنگالا کے دکھن پورب کے علاقے میں تشریف لائے ان میں حضرت بختیار میسور نے سندیپ کے علاقے کو اپنے قیام کے لئے پسند فرمایا اور وہیں اقامت پذیر ہوئے۔ آج سندیپ میں جو پرستارانِ اسلام اور مسلمان نظر آتے ہیں وہ آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ سندیپ میں ایک گاؤں روہمانی کے نام سے موسوم ہے اس زمین کے آغوش میں حضرت بختیار میسور آرام فرما رہے ہیں۔ آپ کی درگاہ کی حالت آج بھی اچھی ہے۔ سندیپ کے لوگ اپنے بانیٔ اسلام کے مقبرے پر نذرانۂ عقیدت پیش کرتے اور روحانی مسرتوں سے ہمکنار ہوتے ہیں۔

ضلع نواکھالی کے مشرقی جنوبی حصہ میں "ہری پور" نام کا ایک گاؤں ہے اس گاؤں

کے میاں باڑی نامی محلے میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں و برکتیں جس بزرگ مکرم کی بدولت نازل ہوئیں وہ حضرت احسن عرف حسن شاہ ہیں، آپ کا آستانہ پہلے کاؤینڈ حسین پھوئیاں ندی کے پار تھا اور وہیں آپ ریاضت میں مصروف رہتے لیکن وہاں لوگ انہیں عبادت کے وقت بہت تنگ کرتے اور ہمیشہ عبادت میں مخل ہوتے، اس لئے آپ نے اپنا آستانہ تبدیل کرلیا اور ہری پور میں رہنے لگے۔ یہ وہ دور تھا جب تختِ دہلی پر سلطان رکن الدین فیروز شاہ رونق افروز تھا۔

شہر تواکھالی کے مغربی جانب مولانا یعقوب نوری کا مزار مبارک ہے اور شہر کے وسط میں جو مزار ہے وہاں مولانا عبداللہ صاحب آسودہ ہیں۔ مولانا عبداللہ صاحب کشف بزرگ تھے۔ آپ نے سعداللہ پور کے پیر حضرت مولانا امام الدین سے بیعت کی تھی اور آپ کی وفات کے بعد مولانا عبداللہ صاحب ہی مسندِ خلافت پر جاگزیں ہوئے۔

المسوّٰی من احادیث الموطا (عربی)

حضرت شاہ ولی اللہ رح کی یہ مشہور کتاب آج سے ۴۴ برس پہلے مکہ مکرمہ میں مولانا عبیداللہ سندھی رح کے زیرِ انتظام چھپی تھی۔ اس میں جا بجا مولانا مرحوم کے تشریحی حواشی ہیں۔ مولانا رح نے حضرت شاہ صاحب رح کے حالاتِ زندگی اور ان کی الموطا کی فارسی شرح پر مؤلف امام نے جو مبسوط مقدمہ لکھا تھا اس کتاب کے شروع میں اس کا عربی ترجمہ بھی شامل کر دیا گیا ہے۔

ولایتی کپڑے کی نفیس جلد۔ کتاب کے دو حصے ہیں۔

قیمت :- بیس (۲۰) روپے